Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
(ایڈیٹر): نسیم سیفی
فون: ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۴/۳۹ | منگل ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ ۳۱ صلح ۱۳۶۸ ہش ۳۱ جنوری ۱۹۸۹ء | نمبر ۲۷

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

" اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ خدا نہیں ہے تو یہ بڑی بیہودہ بات ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نادانی اور بے وقوفی نہیں ہے۔ جو خدا کا انکار کیا جاوے۔ دنیا میں دو گواہوں کے کہنے سے عدالت ڈگری دے دیتی ہے۔ چند گواہوں کے بیان پر جان جیسی عزیز چیز کے خلاف عدالت فتویٰ دے دیتی ہے۔ اور پھانسی پر لٹکا دیتی ہے۔ حالانکہ شہادتوں میں حیل اور سازش کا اندیشہ ہی نہیں یقین ہوتا ہے۔ لیکن خدا کے متعلق ہزاروں لاکھوں انسانوں نے جو اپنی قوم اور ملک میں مسلّم راستباز نیک چلن تھے شہادت دی ہو اسے کافی نہ سمجھا جاوے۔ اس سے بڑھ کر حماقت اور ہٹ دھرمی کیا ہوگی کہ لاکھوں مقدسوں کی شہادت موجود ہے۔ اور پھر انہوں نے اپنی عملی حالت سے بتا دیا ہے اور خونِ دل سے یہ شہادت لکھ دی ہے کہ خدا ہے اور ضرور ہے اس پر بھی اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ بے وقوف ہے اور پھر عجیب تو یہ بات ہے کہ کسی معاملہ میں رائے دینے کیلئے ضروری ہے کہ اس کا علم ہو۔ جس شخص کو علم ہی نہیں وہ رائے دینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ رائے زنی کرے تو کیا وہ احمق اور بے وقوف نہ کہلائے گا۔ ضرور کہلائے گا بلکہ دوسرے دانش منداس کو شرمندہ کریں گے کہ احمق جبکہ تجھے کچھ واقفیت ہی نہیں تو پھر تو رائے کس طرح دیتا ہے اس طرح پر جو خدا کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ نہیں ہے۔ ان کا کیا حق ہے کہ وہ رائے دیں جبکہ الٰہیات کا علم ہی ان کو نہیں ہے اور انہوں نے کبھی مجاہدہ ہی نہیں کیا ہے۔

ہاں ان کو یہ کہنے کا حق ہو سکتا تھا۔ اگر وہ ایک خدا پرست کے کہنے کے موافق تلاشِ حق میں قدم اٹھاتے اور خدا کو ڈھونڈتے۔ پھر اگر ان کو خدا نہ ملتا تو بیشک کہہ دیتے کہ خدا نہیں ہے۔ لیکن جبکہ انہوں نے کوئی کوشش اور مجاہدہ نہیں کیا ہے تو ان کو انکار کرنے کا حق نہیں ہے۔ غرض خدا کا وجود ہے۔ اور وہ ایک ایسی شے ہے کہ جس قدر اس پر ایمان بڑھتا جاوے۔ اسی قدر قوت ملتی جاتی ہے۔ اور وہ نہاں در نہاں ہستی نظر آنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ کھلے کھلے طور پر اس کو دیکھ لیتا ہے اور پھر یہ قوت دن بدن زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہی ایک بات ہے جس کی تلاش دنیا کو ہونی چاہیئے مگر آج یہ قوتیں دنیا میں نہیں رہی ہیں۔"

ملفوظات جلد دوم صـ ۱۵۵-۱۵۶

دائیں: مکرم چوہدری انور حسین صاحب (اللہ انکے درجات بلند کرے)
درمیان میں: مکرم معلم کزیٹو صاحب آف یوگنڈا جنہوں نے لوگنڈی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا —

مشکلات کے حل کا طریق

" جو بات ہماری سمجھ میں نہ آوے یا کوئی مشکل پیش آوے تو ہمارا طریق یہ ہے کہ ہم تمام فکر کو چھوڑ کر صرف دعا میں اور تضرّع میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ تب وہ بات حل ہو جاتی ہے۔"

ارشاد حضرت بانی سلسلہ

نمایاں کامیابی

خاکسار کی بیٹی عزیزہ عابدہ منصورہ متعلم قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد، ایم ایس سی (ریاضی) کے آخری سمیسٹر میں ۴۷۳/۵۰۰ یعنی قریباً ۹۵ فیصد نمبر حاصل کر کے اوّل قرار دی گئی ہیں۔ گزشتہ سمیسٹر میں بھی یہ اوّل تھیں۔

مجموعی طور پر چاروں سمیسٹرز کے نتیجہ کے مطابق ۹۱ فیصد نمبر حاصل کر کے یہ دوم آئی ہیں۔ (اوّل کے نمبر ۹۲٪ ہیں)

چوہدری مبارک مصلح الدین احمد
وکیل المال (ثانی) تحریک جدید

مکرمہ ممتازہ قمر اللہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مری دل کے عارضے سے بیمار ہیں اور اسلام آباد میں ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب سے انکی صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے درخواستِ دعا ہے

محمد شفیع اشرف
حدیقۃ المبشرین۔ ربوہ

ربوہ کے طلباء کے لئے
فری کوچنگ کلاس
(برائے طلباء میٹرک)

امسال میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء کیلئے یکم فروری تا ۲۸ فروری شارٹ کورس فری کوچنگ کلاس ایوانِ محمود ربوہ میں شروع کی جا رہی ہے۔ کلاس روزانہ بعد نماز مغرب تا نماز عشاء ہوا کرے گی جسمیں فزکس کیمسٹری اور الجبرا کے مضامین پڑھائے جائیں گے۔

جو طلباء اس کلاس میں شرکت کرنا چاہتے ہوں وہ مکرم داؤد احمد صاحب چیٹھہ ناظم امور طلباء سے رابطہ قائم کر کے اپنی رجسٹریشن کروا کر کلاس سے فائدہ اٹھائیں۔

مہتمم امورِ طلباء
خدام الاحمدیہ مرکزیہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی ربوہ قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۳۱ صلح ۱۳۶۸ ہش — ۳۱ جنوری ۱۹۸۹ء

نظام الاوقات

اجتماعی امور کی انجام دہی میں ہمیشہ ایک خاص نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ نظام نہ ہو تو اجتماعیت قائم نہ رہے۔ اور اجتماعیت قائم نہ رہے تو اجتماع کی برکت کا بھی فقدان ہو اور کام بھی خوش اسلوبی سے سر انجام نہ دیا جا سکے۔ یکسوئی بھی قائم نہیں رہتی اور اس لطف سے بھی محرومی کا سامنا ہوتا ہے۔ جو انسانی سوشل لائف کا ایک جزو لا ینفک ہے۔ اس لئے تو بیت الذکر میں باجماعت نماز ادا کرنے کا لطف بھی زیادہ ہے اور ثواب بھی زیادہ۔ اکیلے نماز پڑھیں تو ایک ہی نماز۔ اور بیت الذکر میں باجماعت نماز پڑھیں تو ستائیس نمازوں کا ثواب۔

کسی دعوت پر لوگ فرداً فرداً آئیں اور کھا کے چلے جائیں تو شاید اس کا نام دعوت ہی نہ رکھا جائے۔ اور بہت سے لوگ اکٹھے ہو جائیں اور مل جل کے کھائیں تو لطف کئی گنا ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کا حال احوال پوچھا جاتا ہے تازہ سے تازہ خبریں سنائی جاتی ہیں۔ کھٹے میٹھے تبصرے ہوتے ہیں۔ گویا کہ سماں ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ دعوت پر وقت سے بھی پہلے پہنچ جاتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوستوں میں بیٹھ کر کچھ دیر باتیں کرنے کا موقعہ ملے۔ اور اس طرح گذارا ہوا وقت دیر تک یاد رہتا ہے۔

لیکن دعوتوں کے لطف کو دوبالا کرنے کے لئے ایک اور امر کی طرف توجہ دینا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ ایسی دعوتوں کے لئے جو وقت مقرر کیا جائے وہ عام طور پر سب کی فراغت کا وقت ہو۔ یا کم از کم کسی اور اجتماعی پروگرام سے اس کا ٹکراؤ نہ ہو۔ خاص طور پر نمازوں کے اوقات سے۔ ظہر سے قبل کا وقت ہے تو اتنا تو ہونا چاہیئے کہ دعوت ختم کر کے دوست نماز کے لئے جا سکیں ایسا نہ ہو کہ ان کے دل میں خلجان رہے کہ وقت تو نماز کا ہے اور ہم دعوت اڑانے میں مصروف ہیں۔ عصر کے بعد کا وقت رکھیں تا کہ شام تک تو دوست بیٹھ سکیں یا آپ انہیں بٹھا سکیں۔ مغرب کے بعد کا وقت ہو تو مناسب ہے کہ مغرب اور عشاء کی نمازیں پہلے جمع کر لی جائیں۔ اس حقیقت

باقی صفحہ ۷ پر

حکمرانوں کو کوئی سمجھائے کیا
ان کے حق میں کیا ہے اچھا کیا بُرا
دیکھ لیں تاریخ اور خود سوچ لیں
کیسی باتوں کا ہوا کیا فیصلہ

—— ابو الاقبال

غزل

بجلیاں سی کوندتی ہیں ذرّۂ سیماب میں
روشنی ہے منعکس میرے دلِ بیتاب میں

صبح ہوتے ہی شروع ہوتا ہے تیرا انتظار
رات ہوتی ہے تو تجھکو دیکھتے ہیں خواب میں

زیست کی گھڑیاں کٹے کٹتی نہیں ہیں آجکل
اب تو آنسو رُک گئے ہیں دیدۂ خونناب میں

جو ممولے تھے وہ شاہیں بن رہے ہیں آجکل
کتنے جیّد بہہ گئے ہیں وقت کے سیلاب میں

وقت کہتا ہے کہ کوئی انقلاب آنے کو ہے
مجھ کو شُعلے سے نظر آنے لگے برفاب میں

وقت نے تمہید اِک باندھی ہے اپنے ہاتھ سے
ہم پڑھے جائیں گے لوگو وقت کے ہر باب میں

پھر اُفق پر روشنی مجھ کو نظر آنے لگی
ولولے اُٹھنے لگے ہیں پھر دلِ بیتاب میں

ظلم کا سُورج چھپا تو آنکھ کو آئی نظر
نیلگوں سی، دُودھیا سی چاندنی مہتاب میں

وقت آتا ہے کہ پھر باہم ملیں گے دوست سب
دوستو! رکھا ہے کیا اِن ظاہری اسباب میں

غم مِرا سُن کر پہاڑوں کے جگر زخمی ہوئے
برف کے تودے گواہ ہیں ذرّۂ خنجراب میں

وقت نے دیکھے نہیں جوہر تری مُٹّھی میں بند
جو گِنے جاتے ہیں جوہر جوہرِ نایاب میں

جوھری کے ہاتھ جب جوہر کو عظمت لگ گئے
پھر نکھر جاتا ہے جوہر اپنی آب و تاب میں

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری

بوستان احمدیت کی وہ خوش نوا عندلیب جو قریباً پون صدی تک اپنے دلربا نغموں سے احباب جماعت کے دلوں کو گرماتی رہی تھی۔ آج سے قریباً بیس سال قبل عالم جاودانی کو پرواز کر چکی ہے۔ عندلیب خوش نوا سے میری مراد حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اوّلین رفقاء میں سے تھے۔ آپ کو ۱۸۹۲ء میں بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ چونکہ آپ شاہ جہان پور کے رہنے والے تھے اس لئے وہ ایسی شستہ اور منجھی ہوئی اردو بولتے تھے کہ جی چاہتا تھا ان کی باتیں سنتے ہی چلے جائیں۔ خاص طور پر تلفظ بڑی خوبصورتی سے ادا فرماتے بلکہ پاس بیٹھنے والوں کے تلفظ کی بھی اصلاح فرما دیتے تھے۔

آپ بڑے وجیہہ بزرگ تھے۔ چہرہ کشادہ اور نورانی تھا۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ قمیض پاجامہ زیب تن کرتے تھے ترکی ٹوپی کا استعمال ہوتا تھا۔

خاکسار حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کے بارہ میں چند یادیں عرض کرتا ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرما رکھا تھا اگر آپ سے کوئی مسئلہ یا حوالہ دریافت کیا جاتا تو آپ کے سامنے کتب سے بھری ہوئی جو الماری پڑی ہوتی تھی پاس بیٹھے ہوئے کسی صاحب کو ارشاد فرماتے کہ اُس الماری کے فلاں خانے سے فلاں نمبر کی کتاب لائیں جب کتاب آجاتی تو پھر فرماتے کہ اس کتاب کے فلاں صفحہ پر اتنی سطور چھوڑ کر اگلی عبارت پڑھیں جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی کہ اس بڑھاپے کی عمر میں بھی حضرت حافظ صاحب کا ذہن اتنا تیز اور روشن ہے۔

خاکسار گاہے گاہے اپنے غیر از جماعت دوستوں کو آپ سے ملاقات کروانے لے جاتا تھا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں جس سے آپ کی فراست کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ساتھ لے جانے والے دوست کے بارہ میں بتایا کہ یہ صاحب فرقہ اثنا عشریہ سے تعلق رکھتے ہیں اس کے بعد جب میں دوبارہ حاضر ہوا تو فرمانے لگے میاں! یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ یہ صاحب فلاں فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں آنے والے صاحب کی گفتگو سے ہم خود بھانپ لیتے ہیں کہ اس کا کیا مسلک ہے۔

ایک دفعہ میں نے حضرت حافظ صاحب سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے بڑی وضاحت سے وہ مسئلہ بیان فرمایا پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا مسئلہ سمجھ آیا ہے؟ میں نے اثباتی رنگ میں سر ہلا دیا مگر آپ فرمانے لگے بھئی چہرہ بتلا رہا ہے کہ ابھی بات ذہن نشین نہیں ہوئی۔ اور واقعی مجھے اس کی پوری طرح سمجھ نہیں آئی تھی۔ میں حیران ہوا کہ حافظ صاحب کو کیسے پتہ چل گیا کہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔ دراصل یہ کام اُن کی خداداد فراست کر رہی تھی بلکہ ہر انسان اس کے کرنے سے قاصر ہے۔

ایک دن میں نے حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کی اس وقت کتنی عمر ہے؟ تو مسکرا کر فرمانے لگے میاں یہ بات پوچھنے والی نہیں ہے کہیں ملک الموت سُن نہ پائے کہ ابھی ایک صد سالہ بوڑھا یہاں دبکا بیٹھا ہے۔ آپ نے جواب میں مزاح کا رنگ بھی بھر دیا

باقی ص ۷ پر

ہماری تاریخ

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک (بھارت۔ ناقل) سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دو سو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل و عیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے۔ اور اس قصبہ کی جگہ جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً پچاس کوس بگوشہ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہوگئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر قادیان بن گیا اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھ کہلاتا تھا غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیانِ ملک میں سے تھے اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا تھا پھر اس ملک میں آکر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہوگئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب مرزا گل محمد صاحب ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے۔ جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانے میں اپنے نواح میں ایک خودمختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دسترخوان پر روٹی کھاتے تھے۔ اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحا اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے۔ جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر ...... اور ...... کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارک نماز ہو یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنج وقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں ......

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنی میرزا گل محمد نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے وفات پائی تھی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطباء نے اتفاق کر کے کہا کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ ہوگا۔ مگر جرأت نہیں رکھتے تھے۔ کہ ان کی خدمت میں عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریر میں عرض کر دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بہت سی دوائیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور میں خدا کی قضاء و قدر پر راضی ہوں۔ آخر چند روز کے بعد اسی مرض سے انتقال فرما گئے۔ موت تو مقدر تھی مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کے لئے یادگار رہا کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا لیکن انہوں نے معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ افسوس ان نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلی لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالیٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں۔ اور شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے اور عمر طبعی سے بھی محروم رہ کر اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلا ہو کر جلد تر مر جاتے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں"۔

تاریخ احمدیت
جلد اوّل صفحہ ۲۵ تا ۲۸

Digitized By Khilafat Library Rabwah

سڑک کے آداب

شہر میں کسی چوراہے سے گزرتے ہوئے آپ نے کئی بار پڑھا ہوگا "بائیں ہاتھ چلیئے"۔ بظاہر یہ بات نہایت معمولی دکھائی دیتی ہے لیکن اگر ذرا غور کیا جائے تو اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات اس معمولی خطرے کو نظر انداز کر دینے سے انسان اپنی قیمتی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

زندگی میں قدم قدم پر قانون کی فرماں روائی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ قانون کے بغیر انسان کی زندگی اجیرن ہو کر رہ جائے۔ سڑک پر چلنا قانون کی فرمانروائی سے مستثنےٰ نہیں ہو سکتا۔ جس طرح زندگی میں قانون ہر شخص کے جان و مال کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح وہ اسے راہ چلتے بھی اپنی پناہ میں رکھتا ہے کہ کہیں اسکی زندگی خطرے میں تو نہیں اور جس طرح عام زندگی میں کسی شخص کو کھل کھیلنے کی چھٹی نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص سڑک پر چلتے وقت بھی اپنی مرضی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی سزا (قانون تو خیر بعد میں دے گا) اسے وہیں فوراً مل جاتی ہے۔

اصل میں لوگوں کو بتانا کہ سڑک پر کس طرح چلیں۔ عجیب سی بات دکھائی دیتی ہے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ روز بروز ٹریفک حادثات میں اضافہ ہو رہا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں اگر ان کو دہرا دیا جائے۔

فٹ پاتھ اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ ان کو پیدل چلنے والے استعمال کریں۔ عام طور پر یہ فٹ پاتھ سڑک کے دونوں جانب ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی طرف فٹ پاتھ ہوتا ہے۔ اور جہاں سڑکیں تنگ ہوں وہاں فٹ پاتھ نہیں ہوتے۔ لیکن ہر حالت میں پیدل چلنے والوں کا فرض ہے کہ ٹریفک کی زد میں نہ آئیں۔ جہاں فٹ پاتھ موجود ہوں وہ ان کو استعمال کریں اور نظم و ضبط کے ساتھ چلیں۔ اگر سڑک پر فٹ پاتھ نہ ہوں تو وہ ٹریفک کی مخالف سمت میں چلیں یعنی اس طرف چلیں جدھر سے ٹریفک آ رہا ہو اس کا اثر یہ ہوگا کہ آدمی پیچھے سے آنے والی ٹریفک کی لپیٹ میں نہیں آتا۔

بعض لوگ نہایت تیزی سے بے سوچے سمجھے پار کرنے لگتے ہیں۔ سڑک پر موٹریں، کاریں، تانگے اور سائیکل ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور اگر سڑک پار کرتے وقت آدمی اس بات کا خیال نہ رکھے تو عین ممکن ہے کہ وہ کسی حادثہ کا شکار ہو جائے۔ آدمی کو خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ اگر پانچ منٹ لیٹ ہو گیا تو کوئی بات نہیں۔ اس کی نسبت کہ وہ تیزی سے ہمیشہ کے لئے "آگے" چلا جائے لہذا آدمی کو سڑک عبور کرتے وقت دائیں بائیں اچھی طرح دیکھنا چاہیے۔ اور جب یہ اطمینان ہو جائے کہ سڑک خالی ہے تب سڑک کو پار کیا جائے۔ بعض ایسے چوراہے جہاں ٹریفک زیادہ ہو پاس کرنے کے لئے خاص جگہ کا تعین کر دیا جاتا ہے اور ایسی جگہوں پر سڑک صرف معین جگہ ہی سے عبور کرنی چاہیئے اور وہ بھی اس وقت جب سڑک پار کرنے کے لئے ٹریفک کا اشارہ ساتھ دے۔

اسی طرح سائیکل سواروں کے لئے بھی لازمی ہے کہ وہ سائیکل پر سوار ہونے سے قبل دیکھیں کہ ان کا سائیکل صحیح حالت میں ہے اس کی بریکیں ٹھیک ہیں اور جب وہ مطمئن ہو جائیں تو سائیکل چلائیں پھر اندھا دھند سائیکل چلانا بھی قطعاً سود مند نہیں۔ بعض اوقات یکلخت کوئی سامنے آجاتا ہے جو سائیکل کی تیز رفتاری کی وجہ سے حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس طرح بعض اوقات کئی ایک سائیکل سوار اکٹھے ہو کر سائیکل چلاتے ہیں اور ساری ٹریفک روک لیتے ہیں یہ بھی غلط ہے سائیکل سواروں کو ایک دوسرے کے پیچھے سائیکل چلانا چاہیئے۔ بعض اوقات دو سائیکل سوار ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر سائیکل چلاتے ہیں یہ بھی خطرناک ہے۔ پھر سائیکل پر ایک سے زیادہ کا سوار ہونا بھی خالی از خطرہ نہیں۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو جائے تو دو جانوں کو خطرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح بعض شوقین عجب بانکے ٹیڑھے طریقے سے سڑک پر سائیکل چلاتے ہیں۔ بعض ہاتھ چھوڑ کر سائیکل چلانا باعث فخر تصور کرتے ہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ وہ دو نہایت تنگ جگہوں کے درمیان سے پوری تیزی سے سائیکل لے کر نہ نکلیں گے تو کوئی بات ہی نہ ہوگی۔ یہ ساری چیزیں انتہائی خطرناک ہیں اور ان سے اجتناب ضروری ہی نہیں لازمی ہے۔ سائیکل آہستہ چلانا چاہیئے۔ مڑنا ہو تو اشارہ دینا چاہیئے اور آگے کوئی اور سواری جا رہی ہو تو پھر زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تیزی سے سائیکل چلاتے وقت اگلی سواری یکدم رک جائے۔ یا اپنی رفتار کم کر دے اور اس کو حادثہ پیش آجائے۔ اسی طرح بیک وقت دو سائیکلیں لے کر چلنا یا کسی اور سواری کے سہارے چلنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔ رات کے وقت سائیکل کے ساتھ لائٹ کا ہونا تو انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ لائٹ کے بغیر سائیکل چلانا خطرے کو دعوت دینا ہے۔

جن شہروں میں تانگے زیادہ چلتے ہیں وہاں بعض اوقات ٹریفک میں کافی دقت پیدا ہوتی ہے۔ تانگے والے عام طور پر چوراہوں پر جہاں ٹریفک کے سپاہی نہ کھڑے ہوں اپنے ہاتھ کا خیال نہیں کرتے اور چکر سے اوپر کی طرف ہو کر گزرنے کی بجائے غلط ہاتھ مڑ جاتے ہیں جس سے کئی مرتبہ حادثات ہو چکے ہیں۔ اسی طرح بعض تانگے والے چھوٹی چھوٹی اور تنگ سڑکوں پر ریس شروع کر دیتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیتے ہیں یہ بڑا ہی خطرناک ہے۔ اور اس سے حادثات کا خدشہ ہے۔ بعض تانگے والے سڑک کے درمیان تانگہ لے کر چلیں گے۔ یہ پاس سے گزرنے والی اور سامنے سے آنے والی ٹریفک کے لئے انتہائی تکلیف دہ امر ہوتا ہے۔ تانگہ والوں کو چاہیئے کہ وہ بائیں ہاتھ چلیں۔ سامنے سے آنے والی اور پاس سے گزرنے والی ٹریفک کے لئے کافی جگہ چھوڑ دیں کیونکہ بعض اوقات جگہ نہ ہونے کی وجہ سے پاس سے گزرنے والے تانگے اور گاڑیاں حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں اسی طرح بعض تانگے والے بیچ سڑک تانگہ کھڑا کر کے سواریاں اتارنا شروع کر دیتے ہیں اور چڑھانے لگ جاتے ہیں۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ تانگہ سڑک کے بیچ کھڑا ہے اور کوچوان اور سواری کی لڑائی ہو رہی ہے کیونکہ سواری نے پیسے کم دیئے ہیں یا کوچوان زیادہ کا مطالبہ کر رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں ساری ٹریفک رک گئی ہے۔ تانگے کو اگر کھڑا کرنا ہی ہو تو ایک طرف ایسی جگہ کھڑا کرنا چاہیئے جہاں دوسری ٹریفک پر اس کا اثر نہ پڑے۔

سب سے زیادہ احتیاط ڈرائیوروں کو برتنی چاہیئے۔ کار سواروں کے لئے ٹریفک پولیس نے رفتار کی ایک حد مقرر کر دی ہے۔ شہر میں مختلف حصوں میں مختلف بورڈ آویزاں نظر آتے ہیں جن میں ٹریفک کی مختلف ہدایات ہوتی ہیں لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ ڈرائیور ان کا بہت کم خیال کرتے ہیں۔ کاریں تو تیز رفتار چلائی جا سکتی ہیں لیکن ٹرکوں اور بسوں کا تیز رفتاری سے چلنا انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔

آئے دن اخبارات میں ایسے حادثات کی خبریں آتی ہیں جہاں تیز رفتاری سے کوئی بس الٹ گئی یا ٹکر ہو گئی، اور بے شمار انسانی جانیں تلف ہوئیں اور مالی نقصان الگ ہوا۔

اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ بس ڈرائیور چند ٹکٹوں کی خاطر ریس کرتے ہیں اور چونکہ اگلی گاڑی تیز رفتار ہوتی ہے اور پچھلی آگے نکلنے کی کوشش کرتی ہے تو اس کشمکش میں حادثہ ہو جاتا ہے اور کئی بے گناہ لوگ اس کی حماقت کا شکار ہو جاتے ہیں اس قسم کی تیز رفتاری غیر قانونی بھی ہے اور اخلاقی اعتبار سے بھی اس کا کوئی جواز نہیں۔ بسیں مقررہ وقت پر چلیں اور ایک خاص رفتار کے ساتھ چلیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ کافی سواریاں نہ لیں۔

ڈرائیوروں کو گاڑیاں چلاتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ آدمی سڑک چھوڑ کر بس یا ٹرک چلائیں۔ پھر حکومت کی طرف سے جو رفتار مقرر ہے اسے کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ساری گاڑیاں مقررہ رفتار کے مطابق چلیں تو سارے جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں۔ سڑکوں پر گاڑیوں کی ریس سامنے سے آنے والی گاڑیوں کے لئے بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات تیز رفتاری مہلک حادثات پر منتج ہوتی ہے۔

بعض اوقات آگے جانے والی گاڑی جسے یہ خطرہ ہے کہ پچھلی گاڑی اس سے آگے نہ نکل جائے۔ سڑک سے ہٹ کر گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھا دیتی ہے۔ یہ نہایت ہی غیر ذمہ داری کی بات ہے۔ گرد و غبار کے اس بادل میں جانے والی گاڑی سامنے سے آنیوالی کسی گاڑی سے ٹکرا سکتی ہے اور اس کے جو نتائج ہوتے ہیں ان سے کون ناواقف ہے۔

بعض اوقات ٹرک اور بسیں چھوٹی کاروں کو بھی آگے بڑھنے کے لئے راہ نہیں دیتیں حالانکہ ہلکی گاڑیوں سے مقابلہ بالکل ہی فضول ہے تمام ڈرائیوروں کو چاہیئے کہ وہ چھوٹی گاڑیوں کے آگے نکلنے کے لئے فوراً راہ دیں۔

رات کے وقت ٹریفک کا مسئلہ خاصہ پیچیدہ ہوتا ہے۔ گاڑیاں نہایت تیز رفتار روشنی استعمال کرتی ہیں اور پھر یہ روشنی اس وقت بھی مدھم نہیں کی جاتی۔ جب سامنے سے دوسری گاڑی آ رہی ہو اسی طرح بعض گاڑیوں کی بتیاں غلط جگہ پر لگی ہوتی ہیں اور بعض کی خطرے کی بتیاں سرے سے غائب ہوتی ہیں۔ یہ ساری چیزیں غلط ہیں۔ ہر گاڑی کی بتیاں ٹھیک جگہ پر ہونی چاہئیں اور جب سامنے سے گاڑی آ رہی ہو تو بتیاں مدھم کر دینی چاہئیں اور دوبارہ بتی اس وقت تیز کرنی چاہیئے۔ جب دوسری گاڑی پاس سے گزر جائے۔

انسان جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے وہ سب موجب معصیت ہو جاتا ہے
حضرت اقدس

Digitized By Khilafat Library Rabwah

قابلِ غور

عام طور پر تو یہ ہوتا ہے ناکہ کوئی واقعہ ہوتا ہے تو ہم اس واقعہ کی تفاصیل معلوم کر کے جان لیتے ہیں کہ کیا ہوا اور کس طرح ہوا۔ مثلاً کسی نے کسی کو مُکّا مارا تو یہ سن کر بات سمجھ میں آگئی کہ ایک شخص نے مٹھی بھینچی۔ اسے مُکّا بنایا اور دوسرے شخص کے منہ پر یا کمر پر رسید کر دیا لیکن محاورہ عجیب چیز ہے کہ بات ہوئی بھی نہیں اور کچھ نہ کچھ سمجھ میں بھی آگیا۔ مثلاً کوئی کہے کہ اس نے تو میری پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔ یا وہ خون کے آنسو رویا۔ ان دونوں باتوں میں سے ہوتی کوئی بھی نہیں۔ نہ چھرا پیٹھ میں گھونپا جاتا ہے۔ نشان بھی نہیں ہوتا اور خون بھی نہیں نکلتا بلکہ کسی کے ہاتھ میں چھرا ہوتا بھی نہیں۔ یا خون کے آنسو کی بات کیجئے تو کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ کسی آنکھ میں سے سرخ رنگ کے آنسو نکلے ہوں تاکہ ہم کہہ سکیں کہ وہ خون کے آنسو رویا۔

لیکن ان دونوں باتوں سے کچھ نہ کچھ سمجھ میں ضرور آجاتا ہے۔ پہلے شخص نے کسی کی عدم موجودگی میں اس کے خلاف ایسی بات کہہ دی جس سے اسے نقصان پہنچنے کا احتمال پیدا ہو گیا اور دوسرے شخص نے ایسی تکلیف کے جذبات کا اظہار کیا کہ گویا اس کا دل خون ہو گیا اور آنکھوں سے بہہ نکلنے کی وجہ سے آنسو خون کے آنسو معلوم ہونے لگے۔

محاوروں کا مطالعہ ایک نہایت حسین اور دلچسپ مشغلہ ہے بلکہ مَیں تو عادتاً اس سے بھی آگے جاتا ہوں کہ ڈکشنری میں ہر لفظ کا مطالعہ حسین بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ ایک لفظ کے کئی معنی۔ اور کئی معنوں میں سے پھر کئی الفاظ کے معنے دیکھنے کی ضرورت گویا زبان کی بھول بھلیاں میں آگے سے آگے چلتے رہے۔

خون کا سفید ہونا بھی ایک محاورہ ہے۔ اس محاورہ کے متعلق الفضل کی ایک قاریہ آمنہ مبارکہ کی زبان سے سنیئے۔ درج ذیل مضمون انہیں نے اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔ پڑھیئے اور غور کیجئے۔ غور کیجئے مَیں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ اس کالم کا نام "قابلِ غور" ہے۔ بلکہ اس لئے کہ یہ معاملہ ہے ہی قابلِ غور۔ آپ بھی کسی اور محاورہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی رشحاتِ قلم کو الفضل میں جگہ دیں گے۔

نسیم سیفی

سفید خون

خون سفید ہو گیا ہے۔ یہ فقرہ اکثر و بیشتر سننے میں آیا ہے۔ خون سفید ہونا اردو زبان کا ایک محاورہ ہے جس کا استعمال اس زمانے میں زیادہ ہونے لگا ہے۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ سفید خون کیوں ہوتا ہے؟

کیا خدا تعالیٰ نے خون کا رنگ تبدیل کر دیا ہے یا سرخی پیدا کرنے والے جرثومے یعنی ریڈ بلڈ کارپسلز کی کمی واقع ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ خون سفید ہونے کی وجہ اور مفہوم لازماً کچھ اَور ہے جو خود ہم سب کی پیدا کردہ ہے۔ سب سے پہلے "خون سفید ہونا" کے معنوں پر غور کرتے ہیں اس کا مطلب ہے محبت کا کم ہونا۔ نفسا نفسی، بے مروتی۔ الغرض اسی قسم کے دوسرے معنی موقع کے لحاظ سے دیئے جا سکتے ہیں۔ خون سفید ہونے کی چند وجوہات ہماری ذرا سی غفلت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب ہم اپنے کسی عزیز دوست یا بزرگ کی بیماری کی اطلاع پاتے ہیں تو عیادت کو کل پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ ہمارے عزیز کی زندگی وفا نہ کرے اور اگلی صبح ہمارے لئے خون سفید ہونے کا طعنہ لیکر نمودار ہو۔ کسی نے پیار و محبت اور خلوص سے آپ کو خط تحریر کیا یا کسی بات پر مشورہ طلب کیا مگر ہم یہ سوچتے رہ جاتے ہیں کہ خط کو آتے آتے چار دن تو ضرور لگے ہوں گے۔ اب تک ان کا کام ہو چکا ہوگا۔ اب مشورے کی کیا ضرورت۔ یہی حال۔ مبارک باد یا تعزیت نامہ تحریر کرتے وقت ہوتا ہے۔ مگر یقین جانیئے یہی لاپرواہی دوسرے شخص کے دل میں ہماری طرف سے ایک نفرت کی گرہ ڈالنے کا موجب بن جاتی ہے۔ اور ملنے جلنے والے ہمارے خون کو سفید ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔

یہی صورتِ حال اکثر گلی محلے میں پیش آتی ہے۔ جب کسی بچے کو چوٹ لگتی ہے تو ہم اپنی گھریلو مصروفیات میں مگن رہتے ہیں اور تیمارداری کے لئے نہیں جاتے۔ گھریلو مصروفیات تو زندگی کا لازمہ ہیں۔ ان سے مفر تو نہیں ہو سکتا اس لئے کسی بھی کام کے لئے وقت خود نکالنا پڑتا ہے لہذا ہمیں اپنے وقت میں سے دوسروں کی خوشی و غمی کے لئے لازماً وقت نکالنا چاہیئے ہو سکتا ہے ہماری ذرا سی مسکراہٹ کسی کی بیماری میں کمی کا باعث ہو سکے ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے دلوں میں جوش پیدا کیا جائے اور ہر اپنے، پرائے ہمسایہ کے دکھ درد میں ایسے شریک ہوا جائے جیسا کہ حق ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے تو سب کو ایک جسم کی مانند قرار دیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے خون سفید ہوں ہمیں ہرگز اپنے خون کو سفید نہیں ہونے دینا چاہیئے بلکہ ہمارا خون ہمیشہ ہی سرخ رہے اور ہم سب خون کے سفید ہونے کے اس محاورے کے اثر سے عملی طور پر نہ صرف خود بچیں بلکہ دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کریں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد کنیت ابو عبداللہ ہے آپ کے والد کا نام حنبل نہ تھا بلکہ دادا کا نام حنبل تھا نسب اس طرح چلتا ہے ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بلال بن اسد بن ادریس آپ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ربیع الاول ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم امام ابو یوسف سے حاصل کی اور اس کے بعد ۱۹۹ھ میں یمن جا کر عبدالرزاق محدث سے علم حدیث پڑھا آپؒ کے سب سے بڑے استاد امام شافعی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حدیث کی مشکلات حل کرنے کے لئے امام شافعی آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

آپ نے حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے شام، حجاز، یمن، کوفہ اور بصرہ کا سفر کیا اور بہت سی احادیث مسند امام احمد میں جمع کیں۔ جس کی چھ جلدیں ہیں۔ اور جس میں تیس اور چالیس ہزار کے درمیان احادیث ہیں۔ آپ تخریج مسائل میں اجتہاد اور رائے سے اجتناب کرتے تھے اور فقط قرآن اور حدیث سے استدلال کرنے میں مشہور تھے اجماع بھی صرف صحابہ کا مانتے تھے اس کے علاوہ دیگر علماء کے اجماع کے قائل نہ تھے امام احمد امام شافعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے تھے شروع میں امام شافعی کے مقلد تھے لیکن بعد میں اپنا مذہب الگ اختیار کیا جو پانچ اصول پر مبنی ہے۔

۱۔ آیات قرآنی اور احادیث سے استنباط

۲۔ صحابہ کے فتاویٰ بشرطیکہ ان کے خلاف دوسرے اقوال نہ ہوں۔

۳۔ بعض صحابہ کے اقوال بشرطیکہ قرآن و حدیث کے مطابق ہوں۔

۴۔ مرسل اور ضعیف روایات سے بوقت ضرورت استدلال۔

۵۔ اگر مندرجہ بالا ذرائع سے راہ نمائی حاصل نہ ہو تو بامر مجبوری قیاس اور اجتہاد کرنا۔ آپ کے مذہب کے مشہور مقلد جنہوں نے علمی خدمات سرانجام دی ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ابو بکر بن معانی عرف اثرم مصنف کتاب السنن فی الفقہ۔

۲۔ ابو القاسم خرقی مصنف المختصر۔

۳۔ موفق الدین ابن قدامہ مصنف کتاب المغنی۔

۴۔ تقی الدین احمد بن تیمیہ۔ مصنف فتاوےٰ ابن تیمیہ۔ مجموعۃ الرسائل الکبریٰ۔ منہاج السنۃ۔ رسالہ معراج الاصول وغیرہ

۵۔ ابو عبداللہ بن بکر عرف ابن القیم۔ مصنف المؤقفین طرق الحکیمۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ اور زاد المعاد وغیرہ

امام صاحب اپنے قول اور عقیدہ کے بہت پکّے تھے۔ اس لئے جب خلیفہ مامون اور واثق باللہ نے آپ کو مجبور کیا۔ کہ آپ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کریں۔ تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ کو پابزنجیر قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے۔

مذاہب اہل سنت میں حنبلی مذہب سب سے کم پھیلا اس مذہب کا رواج ابتداء میں بغداد میں ہوا۔ اس کے بعد چوتھی صدی ہجری میں عراق میں اور بالآخر چھٹی صدی ہجری میں مصر میں پھیلا۔

ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتب کا کم از کم تین دفعہ مطالعہ کرے۔ جو دوست لکھ پڑھ نہیں سکتے وہ تعلیمیافتہ بھائیوں سے اس سلسلہ میں مدد حاصل کریں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

انسانی ترقی میں "جوں" کا کردار

تحریر: مقصود ایس اے حسنی صاحب

بادی النظر میں قرطاس فن پر بکھرے اُلٹے سیدھے اور ترچھے حروف ساکت و جامد لگتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ان کا انسانی زندگی سے بڑا گہرا اور قریبی تعلق ہوتا ہے۔ بعض حروف قوموں کی زندگی میں سیمابی کیفیت ابھار دیتے ہیں اور بعض تباہی و بربادی کا موجب و سبب بن جاتے ہیں۔ میں یہاں کسی قوم کی عروج و زوال کی کوئی داستان کہنے کو نہیں۔ فقط دو لفظوں کا تذکرہ کرنے والا ہوں۔ بالکل سادہ عام فہم اور زود ہضم لفظ ہیں۔ لیکن اپنے نتائج میں بڑے کافر واقع ہوئے ہیں "جوں رینگنا" جی ہاں یہی وہ دو لفظ ہیں جن کا ابھی ذکر خیر ہو رہا تھا۔ یہ بڑا عجیب، سدا بہار فرحت بخش اور "سینما سکوپ" قسم کا مظاہرہ ہے۔ لسانی اعتبار سے کھنڈرات بتاتے ہیں کہ عمارت کسی دور میں بڑی خوبصورت رہی ہوگی۔ ذرا دہرائیے تو — جوں رینگنا۔ سچ سے کہیئے، طبیعت پر کیسا وجد و سرور طاری ہو گیا ہے یہ محاورہ پڑھا سنا تو کئی بار تھا۔ کیوں کب اور کیسے عالم شہود میں وارد ہوا۔ کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ چند روز ہوئے راقم کے گرامی والد صاحب انتقال فرما گئے۔ ان کی موت کی تعزیت کے سلسلہ میں ہمارے ایک مہربان تشریف لائے باتوں باتوں میں انہوں نے اپنی رام کہانی چھیڑ دی انہیں پنشن کے کاغذات کی تیاری کے سلسلہ میں اپنے "صاحب" سے کوئی شکایت تھی۔ فرمانے لگے "کئی بار صاحب کی توجہ اس جانب مبذول کروا چکا ہوں لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی" عرض رپورٹ کرتے وقت موصوف کی نگاہیں صاحب کے کان پر جمی رہیں کہ اب جوں رینگتی ہے۔ نہ ہے نصیب وہاں تو جوں کے دور تک آثار موجود نہ تھے۔ تو جناب یہ تھا وہ واقعہ اور قصہ جو — کیوں، کب اور کیسے کی تحقیق و تلاش کا موجب بنا۔

جوں کا کسی خاص خطہ ارض علاقہ یا رنگ و نسل سے تعلق نہیں۔ یہ اپنے کردار اور نظریاتی اعتبار سے ایک رہی ہے۔ بڑی حد تک یہ ممکن ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں اس کا قد و کاٹھ اور زبان دانی کا کوئی انیس بیس کا فرق رہا ہو۔ جوں جوں انسانی معاشرہ پھیلتا گیا اور نظریاتی اختلافات واقع ہوتے گئے۔ ہوسکتا ہے بلکہ یقیناً اس کے انداز و اطوار بھی بدلتے رہے ہوں گے اور نظریاتی اختلافات میں مبتلا ہو گئی ہو۔ جاگیردار، سرمایہ دار اور صنعت کار "جوں" اور اشتراکی "جوں" کے مابین سنگین نوعیت کی چپقلش رہی ہو گی۔ بہرکیف کچھ بھی رہا ہو اس کا رینگنا مسلّم ہے۔ اس نے کب اور کس کے کان پر پہلی بار رینگا۔ بڑا ٹیڑھا سوال ہے۔ سردست اس کا حتمی اور آخری فیصلہ دیا جانا ممکن نہیں۔ اس کے رینگنے کے آثار قبل از مسیح بھی ملتے ہیں۔ گوتم بدھ کے دور میں اس کا رینگنا پایا جاتا ہے۔ یہ دائیں یا بائیں کان پر رینگتی رہی ٹھیک سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ زیادہ تر دائیں کان پر رینگنے کی روائتیں ملی ہیں لیکن بائیں کان پر رینگنے کے آثار بھی ملے ہیں۔ تہذیبیں جنم لیتی رہیں اور پھر زمانے کے حوادث انہیں ختم کرتے رہے۔ سادہ اور خونی انقلابات آتے رہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کے جینے کے ڈھنگ بھی بدلتے رہے ہیں۔ ان حالات میں بلاشبہ "جوں" رینگنے کے انداز بھی بدلے ہوں گے اگر تحقیق کا دائرہ اور وسیع کیا جائے تو پیشِ نظر مضمون طوطا کہانی بن کر رہ جائے۔

ملا وجہی نے سب رس میں شاہ حاتم نے اپنے اشعار میں اس کے رینگنے کو بڑی خوبصورتی سے نبھایا ہے۔ غالب مرحوم بھی اس کی افادیت اور ہمہ گیری کے منکر نہ تھے۔ عربی و فارسی شعراء و ادیب "جوں" کی اہمیت و حیثیت کے قائل رہے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ "جوں" کو متحرک رکھنے کیلئے چڑھاوے چڑھائے جاتے رہے ہیں۔ نذر نیاز بھی دی جاتی رہی۔

جب قائد اعظم محمد علی جناح نے ولایت میں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا تو علامہ اقبال نے ان کی توجہ قوم کی زبوں حالی کی جانب مبذول کرائی تو اس پر "جوں" نے اپنا کام دکھایا۔ پھر کیا تھا موصوف نے فی الفور اپنا ارادہ بدل لیا۔ نتیجہ کار وہ تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ کے لئے نقش ہو گئے۔ "جوں" کبھی کبھی الٹا بھی رینگ جاتی رہی ہے ناگا ساکی ہیروشیما الٹے رینگ جانے کے باعث خاک و خون میں نہا گئے۔ امریکہ کے دامن پہ لگا یہ داغ تا ابد نہیں دھل سکتا۔ جنگ عظیم دوم کے بعد غلام قوموں کا نیم ادراک احساس جاگ گیا۔ امن و سکون کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی۔ اس دور کے ارباب اختیار کو احساس ہو گیا اگر یہ "جوں" عہد رفتہ کی پگڈنڈی پر چلتی رہی تو "کونڈا" ہو جائے گا نوآزاد جوان کی دانست میں جانور نما انسان تھے۔ خدا معلوم کیا کچھ منوا نے بیٹھ جائیں۔ پھر کیا تھا بچاری "جوں" کی شامت آگئی۔ اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ جوں کش محلول تیار ہو گئے۔ ٹھیک سے معلوم نہ ہو سکا۔ جوں نے یہ زہر سقراط کی طرح بخوشی نوش جان کیا یا پھر زبردستی اس کے گلے میں انڈیل دیا گیا۔ "جوں" کی نایابی کا اندازہ ذیل امور سے لگایا جا سکتا ہے۔

ا۔ یو این او نے کشمیری عوام کے لئے حق خود ارادیت کی قراردادیں منظور کیں لیکن بھارت کے کان پر آج تک جوں نہیں رینگی اور وہ کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ قرار دیتا چلا آیا ہے۔

ب۔ آزادی فلسطین کے زوردار مطالبے، سُرخ اُبلتا لہو کا دریا امریکہ اور اسرائیل کے کان پر آج تک "جوں" نہیں "رینگا" سکا۔

ج۔ دنیا جہان کی چیخ و پکار کے باوجود روس نے افغانستان کی ابھی تک خلاصی نہیں کی۔

د۔ ایڈیٹر کی ڈاک میں بے شمار خطوط شائع ہوتے ہیں۔ اگر "جوں" نایاب نہ ہوتی تو اس کالم کی اہمیت باقی نہ رہتی بڑی حد تک ممکن ہے کہ ایڈیٹر صاحبان اس حقیقت سے ناآشنا ہوں کہ "جوں" کا وجود ہی باقی نہیں رہا کیونکہ اس کے حلق میں نفرت کا گُپلا انڈیلا جا چکا ہے۔

"جوں رینگنا" یہ محاورہ اہل زبان اور علماء فکر و دانش کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ میں اس محاورے کی قدیم روایات کا منکر نہیں۔ بلاشبہ اس کی سابقہ کارگزاری تحسین اور ٹھنڈک بخشنے والی ہے۔ ان کا تذکرہ آج بھی روح کو گرما دیتا ہے لیکن اس محاورے کی پہلے ایسی افادیت اب باقی نہیں رہی اور نہ ہی اس سے آئس کریم کی سی ٹھنڈک اور سکون ملتا ہے۔ اُردو دان حضرات کا فرض بنتا ہے کہ اس محاورے کی جگہ کوئی متبادل زمانہ حال سے مناسبت رکھتا محاورہ ایجاد کر کے زبان میں داخل کریں ممکن ہے کہ میں نے تحقیق میں کہیں چوٹ کھائی ہو اور "جوں" کا کوئی دانہ آج بھی دنیا کے کسی حصے میں موجود ہو۔ ایک برطانوی جریدے کے حوالہ سے روزنامہ "مشرق" نے اطلاع دی ہے کہ برطانیہ میں ایک ایسا جزیرہ دریافت ہوا ہے جس پر وہ حیوانی اور نباتاتی مخلوق موجود ہے جو ہزاروں سال پہلے سے کرۂ ارض پر معدوم ہو گئی ہے۔ ماہرین حیوانات کے لئے بڑا نادر اور حسین موقع ہے انہیں اس دریافت شدہ جزیرہ پر "جوں" کو تلاش کرنا چاہیئے۔ اگر وہاں سے "جوں" کا ایک جوڑا بھی دریافت ہو گیا تو دنیا ایک مرتبہ پھر معاشی، معاشرتی اور سیاسی خوشحالی کی جانب گامزن ہو جائے گی کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی قومی ترقی کے سلسلہ میں "جوں" کے کردار کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

(بشکریہ ماہنامہ "حرمت")

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کی خدمت میں حاضری

از مکرم مولانا محمد منور صاحب

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے اپنی زندگی دین کے لئے وقف کرنے کی سعادت ملی ہماری خواہش تھی کہ ہمارا اکلوتا بیٹا عزیز مبارک احمد طاہر ایم۔ اے بھی زندگی وقف کر کے خدام جماعت میں شامل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں سن لیں اور عزیز کو نصرت جہاں سکیم کے ماتحت مرکز نے سیرالیون بھجوانے کا فیصلہ کیا۔

روانگی سے پہلے میں عزیز کو لے کر حضرت مولانا راجیکی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت مولانا صاحب اس وقت ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور [illegible] مطالعہ فرما رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ ہم دونوں بھی دعا میں مصروف ہو گئے۔ دعا لمبی ہو گئی اور جب آپ نے دعا ختم کی تو فرمایا کہ جب میں نے دعا شروع کی تو دل میں روشنی پیدا ہو گئی جو قبولیت دعا کی نشانی تھی۔ پھر اسی حالت میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی دعا میں شامل ہو گئے۔ اور جب تک حضور کے ہاتھ دعا کیلئے بلند رہے میں بھی دعا کو لمبا کرتا چلا گیا۔ جب حضور نے دعا ختم کی تو میں نے بھی ہاتھ نیچے کر لئے۔

اس کشفی نظارہ کی لذت و شیرینی جس میں ہم بھی بالواسطہ شامل ہو گئے اب تک دل میں موجود ہے۔ ان دعاؤں کی برکت سے پہلے عزیز کو عارضی وقف کرنے اور پھر مستقل طور پر اپنی زندگی خدمت خلق کے لئے وقف کرنے کی توفیق حاصل ہوئی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ احمدیت کی دوسری شاندار صدی میں بھی ہمارے بچوں اور ان کی اولادوں کو اقوام عالم کی خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور دین حق کو کامل غلبہ عطا فرمائے اور اپنے وعدے ہماری نیک نسلوں کے ذریعہ پورے فرمائے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بقیہ اداریہ

سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی تقریب نمازوں کے اوقات میں مخل ہو تو سب کے سب دوست نہیں تو کئی ایک تو ضرور دل ہی دل میں اس تقریب کی نامناسبت کا خیال کرتے ہیں۔ نہ تقریب کا مزہ آتا ہے نہ ہی نماز کا وقت ملتا ہے۔ پس ہماری گذارش ہے کہ ہم اپنی تقاریب کا اس طرح اہتمام کریں کہ سب دوست خوش دلی کے ساتھ حصہ لے سکیں۔ اور یہ بات کوئی ایسی مشکل بھی نہیں ہے

قدر و قیمت

" آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں۔ مگر وہ دن آرہے ہیں اور وہ زمانہ آنیوالا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی۔ لیکن کوتاہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے " (حضرت فضل عمر)

(مینیجر روزنامہ الفضل)

بقیہ : حضرت حافظ مختار احمد صاحب

اور بتا بھی دیا کہ آپ کی عمر اس وقت سو سال ہو چکی ہے۔

حضرت حافظ صاحب بڑے دعا گو اور علم دوست بزرگ تھے ان کے پاس ہر وقت لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا حضرت میاں بشیر احمد صاحب۔ حضرت میاں عزیز احمد صاحب اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جیسے بزرگ وجود بھی آپ کے پاس آتے رہتے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی اور حضرت خواجہ عبید اللہ صاحب (خسر حضرت مولانا شمس صاحب) تو اکثر ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ صاحب سے حضرت مولانا شمس صاحب کے بارہ میں ذکر چل پڑتا تو مولانا شمس صاحب کو " علامہ صاحب " کہہ کر یاد فرماتے تھے۔

یہ عاجز مہینے میں ایک دو مرتبہ حضرت حافظ صاحب کی صحبت سے فیضیاب ہوتا رہتا تھا ایک مرتبہ بعض وجوہات کی بنا پر سال بھر حاضری نہ دے سکا جب حاضر ہوا تھا مجھے دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے میاں! اتنا عرصہ کہاں غائب رہے ہیں۔ میں نے معذرت کے رنگ میں کچھ معروضات پیش کیں تو فرمانے لگے ہمیں اپنے ملنے والے دوستوں کا علم ہوتا ہے کہ فلاں صاحب کتنے عرصہ کے بعد ملنے آتے ہیں اگر زیادہ وقت گذر جائے تو فکر دامن گیر ہو جاتی ہے کہ نامعلوم کس وجہ سے نہیں آئے۔ اگر تمہارے گھر کا علم ہوتا تو ہم خود پتہ کروا لیتے۔ یہ بات سُن کر میں آبدیدہ ہو گیا کہ اتنے بلند پایہ بزرگ مجھ جیسے نالائق و گناہ گار کے ساتھ کتنا پیار فرماتے ہیں اور دل سے ان کے لئے بے ساختہ دعائیں نکلنی شروع ہو گئیں۔

آپ میں یہ ایک نمایاں وصف تھا کہ آنے والے ہر خط کا جواب ضرور بھجواتے تھے یہ جواب عموماً پوسٹ کارڈ پر لکھواتے تھے اور چند سطروں پر مشتمل ہوتا تھا مگر اتنا جامع اور واضح ہوتا تھا کہ چند جملوں ہی میں تمام باتوں کا مفہوم ادا ہو جاتا تھا۔ ان دنوں میں دیکھتا تھا کہ حضرت حافظ صاحب کی خط و کتابت کا کام مکرم ملک عبد الرشید صاحب بھیروی کیا کرتے تھے۔

اس وقت ملک صاحب میرے واقف نہیں تھے اب ان کی ڈرافٹنگ دیکھ کر یہی سمجھتا ہوں کہ انہوں نے حضرت حافظ صاحب کی خط و کتابت کا کام کر کے یہ مہارت حاصل کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت حافظ صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

منور احمد عارف

جہلمی

> میں تمہارے لئے یہی پسند کرتا ہوں کہ تم اپنے دل کو پاک کرو کہ مولیٰ کریم تم سے راضی ہو جائے اور تم اس سے راضی ہو جاؤ۔
>
> حضرت اقدس

اطلاعات و اعلانات

ولادت

اللہ تعالیٰ نے ۲۰ جنوری ۱۹۸۹ء کو بروز جمعہ دو بیٹوں کے بعد پہلی بیٹی عطا فرمائی ہے۔ نومولودہ مکرم چوہدری نور احمد صاحب (شکار ولے) کی پوتی اور مکرم قریشی محمود احمد صاحب کی نواسی ہے۔ احباب سے بچی کے نیک خادم دین اور والدین کے لئے قرۃ العین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

محمد اسلم راشد۔ دار الصدر شمالی

تقریب شادی

خاکسار کی بیٹی عزیزہ مریم صدیقہ کا نکاح ہمراہ عزیزم منصور احمد ولد مکرم ڈاکٹر محمود احمد نسیم محمود آباد کسے ہمراہ دس ہزار روپے حق مہر بر مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۸ء کو مکرم منظور احمد شاد صاحب نے بمقام گرین ٹاؤن کراچی میں پڑھا۔ اسی دن رخصتانہ عمل میں آیا۔

اسی طرح دوسرا نکاح خاکسار کے بیٹے جمیل احمد طارق منہاس کا نکاح ہمراہ بشارت بیگم بنت مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب ڈوگر کے ساتھ پندرہ ہزار روپے حق مہر پر مکرم شفیق احمد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ نے بمقام نانوڈوگر میں ۲۴ دسمبر ۱۹۸۸ء کو پڑھا۔ اور اسی دن رخصتانہ عمل میں آیا ہر دو رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

غلام رسول۔ کراچی۔

درخواست دعا

- میرے چچا زاد بھائی مکرم سید عبد السلام باسط ابن سید عبد الباسط آف جہلم گلے میں تکلیف کی وجہ سے بیمار ہیں۔ احباب کرام سے ان کی صحتیابی کے لئے اور پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (سید مبشر حسین خوشنویس الفضل)

- میری والدہ کافی عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب کی خدمت میں والدہ محترمہ کی صحتیابی کے لئے عاجزانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔

(اعجاز احمد۔ ظفر بکڈپو سرگودہا)

- میرے ابا جان محترم میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ٹیلیفون سپروائزر حال ساکن ربوہ کچھ عرصہ سے اعصابی کمزوری کی وجہ سے کافی بیمار ہیں اور اب ایک مہینہ سے چلنے پھرنے سے بھی قاصر ہیں اُن کی کامل صحتیابی کے لئے احباب جماعت کی خدمت میں درخواست دعا ہے۔

روبینہ شمس اہلیہ محمود احمد شمس۔ ٹیکسلا

- اہلیہ صاحبہ مکرم عبد المومن صاحب فلائٹ لیفٹیننٹ کوہاٹ کا سی۔ ایم۔ ایچ راولپنڈی میں آپریشن ہوا ہے۔ دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ صائم محمود کوہاٹ

- خاکسار کی والدہ محترمہ کچھ عرصہ سے بعارضہ قلب بیمار ہیں دعا کی درخواست ہے

شیخ نعیم احمد۔ دار العلوم غربی ربوہ

- نہایت افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مورخہ ۲۳ جنوری ۸۹ء کو جماعت احمدیہ دہاڑی کی ایک مخلص بزرگ خاتون محترمہ مجید بیگم صاحبہ اہلیہ ملک محمد کریم صاحب بعمر ۸۲ سال وفات پاگئی ہیں۔ ان کی نماز جنازہ بیت المبارک ربوہ میں بعد نماز عصر ۲۴ جنوری ۸۹ء کو محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد دعا مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد نے کروائی۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

ضروری اعلان

خاکسار اپنے والد محترم مولانا عبد المنان صاحب شاہد فاضل مربی سلسلہ احمدیہ حال کراچی کی سوانح حیات قلمبند کر رہا ہے جن احباب کرام کو محترم والد صاحب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہو وہ اپنے تاثرات اور وہ واقعات اور حالات جن کا تعلق مولانا موصوف کی سیرت سے ہو تحریری طور پر مندرجہ ذیل ایڈریس پر بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ اس کے علاوہ اگر کسی دوست کے پاس محترم والد صاحب کی کوئی تصویر یا ٹیپ ریکارڈ۔ یا ویڈیو ریکارڈ جو کسی جلسہ و اجتماع و اجلاس یا شادی و نکاح کے موقع کی موجود ہو ہمیں اطلاع کریں تا کہ ہم اُن سے حاصل کر سکیں۔ علاوہ ازیں اگر محترم والد صاحب نے کسی کی کوئی رقم یا کوئی بھی کسی قسم کی چیز دینی ہو وہ مجھ سے ایک ماہ کے اندر وصول کر لے۔

عبد الحلیم شاہد ۱۸۸۹/۱۴ دستگیر کراچی نمبر ۳۸ پوسٹ کوڈ ۷۵۹۵۰

Digitized By Khilafat Library Rabwah

خبریں

★ بلوچستان ہائی کورٹ کے ایک ڈویژن بنچ نے آٹھویں آئینی ترمیم کے خلاف ایک تاجر احمد علی کی دائر کردہ رٹ درخواست باقاعدہ سماعت کے لئے منظور کر لی ہے۔ ڈویژن بنچ مسٹر جسٹس میر ہزار خاں کھوسو اور مسٹر جسٹس امیر الملک مینگل پر مشتمل ہے۔ درخواست میں کہا گیا ہے کہ جنرل ضیاء الحق نے اپنی مرضی سے آئین میں ترامیم کی ہیں جن سے آئین کا بنیادی ڈھانچہ تبدیل ہو گیا ہے۔

★ پاکستان امریکی حکومت کو دوبارہ یہ یقین دہانی کرانے کی کوشش کرے گا کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام پُرامن مقاصد کے لئے ہے اور اس کا مقصد ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق توانائی کی پیداوار میں اضافہ کرنا ہے۔

★ پاکستان میں گیس کے موجودہ ذخائر ۱۴ برس میں ختم ہو جائیں گے۔ اور ۲۰۰۰ء تک پاکستان میں گیس کا شدید بحران پیدا ہو جائے گا۔

★ ایران کے وزیر خارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولایتی تین روزہ دورے پر پاکستان پہنچ رہے ہیں۔

★ آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی کی طرف سے یکم جنوری سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۸۸ء کے عرصے کے لئے چھٹے ایوارڈ کا اعلان کرتے ہوئے جناب ارشاد حقانی روزنامہ جنگ کو بہترین اردو کالم نویس اور جناب ایم اے بھٹی روزنامہ مسلم کو بہترین انگریزی کالم نویس۔ قرار دیا ہے۔

★ ایران میں منشیات کا دھندا کرنے کے الزام میں گزشتہ ایک عشرے میں ۸۱ر افراد کو پھانسی دے دی گئی۔

★ ائیر مارشل اصغر خاں کی تحریک استقلال کے ذرائع کا کہنا ہے کہ اس امر پر غور کیا جائے گا کہ تحریک استقلال کو ایک نئی جماعت میں شامل کر لیا جائے یا ہم خیال جماعتوں کے اتحاد میں شامل کیا جائے۔

★ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو قتل کے الزام سے بے گناہ ثابت کرنے کے لئے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں بیرسٹر محمد جاوید اقبال جعفری نے پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل اور پاکستان کے اٹارنی جنرل کو قانونی نوٹس دے دیئے ہیں۔ اس طرح کی رٹ درخواستوں کی مثالیں امریکہ میں موجود ہیں جہاں سزا پر عمل درآمد کے نصف صدی بعد سزائیں ختم کر دی گئیں۔

★ وزارت خزانہ کے قریبی ذرائع کے مطابق چین، جاپان، امریکہ اور روس نے پاکستان کو ۵۰ ارب روپے سے زائد کے مالیت کے قرضے دینے کی پیشکش کی ہے ان پر پاکستان کو برائے نام سود ادا کرنا ہو گا۔ وزارت خزانہ اور وزارت منصوبہ بندی نے اس ضمن میں بات چیت شروع کر دی ہے۔

★ ٹینس کی عالمی چیمپئن سٹیفی گراف جس نے گزشتہ روز عالمی ٹائیٹل (خواتین) جیتا ہے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ فائنل مقابلے کے وقت وہ گھٹنے کی تکلیف میں مبتلا تھی لیکن اس نے اس کا اظہار کسی پر نہیں ہونے دیا۔

★ امریکن فٹ بال لیگ میں سپر باؤل (فائنل) مقابلہ دیکھنے کے لئے بیلجیم سے برونائی تک کروڑوں افراد نے رات جاگ کر گذاری۔ یہ مقابلہ براہِ راست نشر کیا جا رہا تھا۔

★ آسٹریلوی اوپن ٹینس میں عورتوں کا ڈبلز مقابلہ امریکہ کی مارٹینا اور پام سلائیور نے جیت کر ساتویں دفعہ بھی اپنا اعزاز برقرار رکھا۔

★ سندھ کے وزیر اعلیٰ سید قائم علی شاہ نے کہا ہے کہ نواب شاہ اور لاڑکانہ کے اضلاع کے کچھ حصوں کے سوا پورے سندھ سے فوج ہٹالی گئی ہے۔ کراچی میں فوج صرف گشت کرے گی۔

★ گدوں امازئی تناول کی تنظیم کے سربراہ اور عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما اشرف خان گدول نے کہا ہے کہ وہ حکومت کی طرف سے کسی قسم کی پابندی قبول نہیں کریں گے۔

★ وزیر داخلہ اعتزاز احسن نے کہا ہے کہ مڈٹرم انتخابات کا کوئی امکان نہیں۔

★ وفاقی حکومت نے ہدایت کی ہے کہ سرکاری دفاتر میں وزیر اعظم کی منظور شدہ فوٹو آویزاں کی جائے۔

★ برطانیہ کے خارجہ اور دولت مشترکہ امور کے ایک ترجمان نے کہا ہے کہ دولت مشترکہ میں پاکستان کی واپسی کا انحصار رکن ممالک پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ اس سوال پر اراکین دولتِ مشترکہ کے اتفاق رائے کا خیر مقدم کرے گا۔

★ سوویت نائب وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ ان کا ملک اس تجویز کا خیر مقدم کرتا ہے جس کے تحت معاہدہ وارسا میں شریک ملکوں نے یکطرفہ طور پر ہتھیاروں میں کمی اور دفاع پر اخراجات کم کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔

★ آسٹریلیا کے وزیر اعظم باب ہاک نے ایشیائی ملکوں کے دورے پر روانگی سے قبل کہا کہ وہ خام مال سپلائی کرنے والے ایک ملک کے طور پر آسٹریلیا کا اعتماد بحال کرانا چاہتے ہیں۔

درخواست دعا

مکرم محمود انور صاحب خوشنویس الفضل چند دنوں سے بیمار ہیں۔ بلڈ پریشر میں کمی تا حال ہے لیکن پہلے سے حالت بہتر ہے موصوف کی صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

صد سالہ جشنِ تشکر کے موقعہ پر
الفضل کا خصوصی نمبر

صد سالہ جشنِ تشکر کے مبارک موقعہ پر روزنامہ الفضل ربوہ ایک خصوصی ضخیم نمبر شائع کر رہا ہے جس میں اس موقع کی مناسبت سے اہم تحریرات شاملِ اشاعت ہوں گی۔

مشتہرین حضرات سے گزارش ہے کہ اس خصوصی نمبر کیلئے اپنے اشتہارات ۱۰ر فروری ۱۹۸۹ء تک بھجوادیں۔

مینجر الفضل

خریدارانِ الفضل سے ایک گذارش

ایسے خریداران جن کو الفضل بذریعہ ڈاک ملتا ہے ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ ایسے احباب ڈاک کی بجائے اپنے شہروں کی ایجنسی سے پرچہ لیں تو پرچہ بحفاظت ان تک پہنچانا آسان ہو جائے گا۔ اس صورت میں آپ کو ماہ بماہ بل ادا کرنا ہو گا۔

یہ سہولت سردست انہی شہروں میں دی جاسکتی ہے۔ جہاں الفضل کی ایجنسیاں قائم ہیں۔ اگر آپ اس طریق سے اتفاق کریں۔ تو پہلے دفتر الفضل کو مطلع کرنا نہ بھولیں تاکہ آپ کا چندہ ایجنسی کے حساب میں شمار کر لیا جائے۔

(مینجر الفضل)

نرینہ اولاد سے محروم، بے اولاد، مرض اٹھراء کی شکار دکھیا عورتوں کے لیے

۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام

ہیڈ آفس: چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ پوسٹ بکس ۲۲۲ فون: ۳۹۹۷

دواخانہ حکیم نظام جان

حکیم نظام جان صاحب کے فرزند حکیم انوار احمد جان

• ہر ماہ کی ۵-۶-۷ تاریخ کو کوٹھی ۱ دار العلوم غربی ربوہ
• ہر ماہ کی ۸ تاریخ کو بالمقابل شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین
• ہر ماہ کی ۱۲ تا ۱۸ تاریخ کو ۲۔ بی روڈ شیش محل بس سٹاپ بالمقابل سندھی ہوٹل (یو بی ایل کے اوپر) لیاقت آباد ۱۰۔۱۹ کراچی

اور

• ہر ماہ کی ۲۵ تا ۲۸ تاریخ کو چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ ملتان میں مطب فرماتے ہیں

ہر جگہ خواتین کیلئے معائنہ کا انتظام ہے

مینجر: دواخانہ حکیم نظام جان
اقصیٰ چوک کالج روڈ ربوہ
فون ۵۵۸